47167
۳/۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿۱﴾۔۔۔ محض نفل نماز پڑھنے والے) کی اقتداء میں کوئی شخص بنیتِ تراویح کھڑا ہو سکتا ہے یا نہ؟

یعنی: کیا متنفّل، تراویح پڑھنے والے شخص کا امام بن سکتا ہے؟

فعلى هذا اذا صلى التراويح مقتديا بمن يصلي المكتوبة او بمن يصلي نافلة غير التراويح اختلفوا فيه. والصحيح انه لا يجوز. اهـ ومثله في «الخلاصة» و«الظهيرية». [«حاشية ابن عابدين» لابن عابدين الشامي، (١/ ٥٩٩).]

اس سے تو عدمِ جواز معلوم ہوتا ہے، لیکن دونوں نمازیں (نفل اور تراویح) اپنی اصل کے اعتبار سے تو نفل ہیں، تو پھر اس فرق کی کیا وجہ ہے؟

﴿۲﴾۔۔۔ امریکی یا بھارتی جیلوں میں "قیدی مجاہدین" کے لئے نماز کا کیا حکم ہے، یعنی: وہ قصر کریں یا اتمام؟

﴿۳﴾۔۔۔ نیز بندہ کے چند اعزّہ و اقرباء کو پاکستانی حکومتِ وقت نے جیل بند کر دیا ہے، اُن کی حالت یہ ہے کہ تھوڑے تھوڑے دنوں کے بعد ایک جیل سے دوسری منتقل کر دیا جاتا ہے، اور معلوم نہیں کہ اُنہیں کب رہا کیا جائے گا؟ ایسی حالت میں وہ مسافر ہیں یا نہیں؟

اگر کبھی غالب گمان ہو جائے کہ ایک جگہ اُنہیں پندرہ (۱۵) دن یا پندرہ (۱۵) دنوں سے زیادہ رکھا جائے گا، آیا اس صورت میں وہ مسافر ہیں یا مقیم؟ اگر بالفرض اس صورت میں وہ شرعی اعتبار سے مسافر ہوں اور انہوں نے نماز میں قصر نہیں کی، تو ان نمازوں کی قضاء لازم ہو گی یا نہیں؟

اور جیل میں بعض قیدی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی قید کی مدت متعین ہوتی ہے اور جگہ بھی متعین ہوتی ہے، وہ نماز پوری پڑھیں گے یا قصر کریں؟

براہِ کرم رہنمائی فرمائیں۔ فجزاکم اللہ خیراً واحسن الجزاء

مستفتی: بندہ محمد ثُمامہ اِفتخار عُفی عنہٗ
متخصّص فی الافتاء وعلوم الحدیث
پتہ: چک نمبر: BC/13، تحصیل وضلع بہاولپور
رابطہ نمبر: 0306-7560033

جواب مُنسلکہ اَوراق پر ملاحظہ فرمائیں

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۲۱۲۴۴
مورخہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

﴿۱﴾--- نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں تراویح پڑھنے والے شخص کی نماز تراویح ادا ہوگی یا نہیں؟ اس سلسلے میں حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ کے دو اقوال ہیں:

(۱)--- پہلا قول یہ ہے کہ مُتنفّل کی اقتداء میں بنیّت تراویح شریک ہونے والے کی نماز ادا نہیں ہوگی۔

(۲)--- دوسرے بعض فقہاء کرام رحمہم اللہ کی عبارات سے یہ نتیجہ مترشح ہوتا ہے کہ جائز ہو، چنانچہ علّامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (ت ۱۳۰۴ھ) نے کراہت کے ساتھ جواز لکھا ہے۔

آپ نے سوال میں جو عبارت نقل کی ہے، اس کے سیاق وسباق کے مُطالعہ سے علّامہ شامی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) کا رُجحان دوسرے قول کی طرف معلوم ہوتا ہے، البتہ اس صورت سے احتراز کرنا بہتر ہے، اور اسی میں احتیاط ہے۔

لما جاء ما في «فتاوىٰ قاضيخان» لفخرالدين حسن بن منصور الأوزجندي الفرغاني الحنفي، (المتوفىٰ سنة: ٥٩٢)، (1/ ١١٦):

(فصلٌ في نية التراويح) إن نوى التراويح أو سنة الوقت أو قيام الليل في رمضان جاز كما لو نوى الصلاة أو صلاة التطوع اختلف المشايخ فيه حسبَ اختلافهم في سنن المكتوبات، قال بعضهم: يجوز أداء السنن بنية الصلاة أو بنية التطوع، وقال بعضهم: لا يجوز وهو الصحيح؛ لأنها صلاةٌ مخصوصةٌ فيجب مراعاةُ الصفة للخروج عن العهدة وذلك بأن ينوي السنة أو ينوي متابعة النبي ﷺ كما في المكتوبة وروى الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى في سنة الفجر أنها لا تتأدى بنية التطوع وإنما تتأدى إذا نوى السنة أو نوى الصلاة متابعاً للنبي عليه الصلاة والسلام، **فعلى هذا إذا صلى التراويح مقتدياً بمن يصلي المكتوبة أو بمن يصلي نافلة أخرى غير التراويح اختلفوا فيه والصحيح أنه لا يجوز.** و هكذا في «**حاشية الطحطاوي على الدُّر المختار**» للعلّامة السيّد أحمد الطحطاوي : ١/٢٩٦، و في «**الفتاوى الهندية**» المعروف بـ«**العالمگيرية**» للجنة علماء برئاسة نظام الدين البلخي، (١/ ١١٧)، و في «**بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع**» لعلاء الدين، أبي بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني الحنفي (المتوفى: ٥٨٧هـ)، (١/ ٢٨٨)، و في «**منحة الخالق حاشية البحر الرائق**» للعلّامة الشامي : ١/٣٦٥، باب الإمامة.

و في «**مجموعة الفتاوىٰ**» للعلّامة الجليل، والفهّامة النّبيل أبي الحسنات محمّد عبدالحي اللكنوي (المتوفّى سنة: ١٣٠٤هـ) بهامش «**خُلاصة الفتاوىٰ**» للشيخ الأجلّ والإمام الأكمل الفقيه الأمجد طاهر بن عبدالرّشيد البُخاري، ١/ ١١٧-١١٩:

اختلف فقهاء الحنفية في هذا الباب في موضعَيْنِ: [١] **الأوّل في نية التراويح** فظاهر الرّواية كما في «التجنيس» و«الذخيرة» أنّه يكفي للتراويح وسائر السنن نية مطلق الصلاة و صحّحه صاحبُ الهداية في «الهداية» وفي «مختارات النوازل» و اختاره ابنُ الهمام في «فتح القدير» و نسبه إلى المحققين و حقّقه بما حقق و تبعه الطبرابلسي في «البرهان شرح مواهب الرحمن» و صحّحه في «جامع المضمرات» و في «الدُّر المختار»: هو المعتمد، و في «خزانة الفتاوى» و «منية المصلّي» هو المختار... [٢] **والاختلاف الثاني في اقتداء من يصلّي التراويحَ بمن يصلّي النافلةَ وبمن صلّى التراويح مرّةً والناس**

ثانيًا فمن مجوزٍ ومن مانعٍ، قال قاضي خان: الصحيح أنه لا يجوز انتهى... وقال في «خزانة الروايات» نقلًا عن رسالة صدر الدين النبهاني: ... وقال بعضهم: يجوز؛ لأنّه اقتداء المتنفّل بالمتنفّل، وكلّ سُنّة فهي نفلٌ بالحقيقة انتهى.

والذي يظهر بالنظر الدقيق في الاختلاف الأوّل جوازُ التراويح و سائر السنن بنيةٍ مطلقةٍ وبنية النفل كما حقّقه ابن الهمام و في الاختلاف الثاني هو أداء التراويح عن المقتدين خلف من يصلّي التطوّع إلا أنه لا يخلوا عن كراهة لمخالفة السلف، والمخلص في هذا أن ينذر الإمام الذي صلى التراويح ويوجب على نفسه قدر ما يريد أن يؤدّيه مع الجماعة الثانية فيكون ذلك عليه واجبًا و يخرج عن شبهة بناء القوّي على الضعيف، والله أعلم بالصواب وعنده حسن الثواب.

﴿۲﴾۔۔۔امریکی یا بھارتی جیلوں میں موجود قیدی قصر کریں گے یا اِتمام؟ اس بارے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر قیدی کو قرائن وغیرہ سے غالب گمان ہو جائے کہ پندرہ دِن تک اُسے اسی مقام پر رکھا جائے گا تو اِس صورت میں وہ مقیم سمجھا جائے گا اور نماز پوری پڑھنا ہوگی، قصر جائز نہیں۔ اور اگر قرائن وغیرہ سے غالب گمان یہ ہو کہ پندرہ دِن سے پہلے رہائی ہو جائے گی یا یہ اِمکان ہو کہ رہائی چند دِن میں بھی ہو سکتی ہے اور چند مہینے بھی لگ سکتے ہیں یا یہ اُمید ہو کہ اس مقام سے منتقل کر دیا جائے گا تو اِن صورتوں میں وہ مسافر شمار ہو گا اور قصر نماز پڑھے گا۔ (کذا فی "احسن الفتاویٰ" لفقیہ العصر حضرتِ اَقدس مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ (ت ۲۰۰۲ش): (۴/۷۸ تا ۸۰)، و"فتاویٰ رحیمیہ" للحافظ مفتی سیّد عبد الرّحیم لاجپوری رحمہ اللہ: (۵/۱۷۵-۱۷۶)، والتبویب: (۲۴/۵۴۱)

﴿۳﴾۔۔۔صورتِ مسئولہ میں آپ کے اَعزّہ و اَقرباء جس جیل میں قید ہوں اگر وہ جیل ان کے گھر سے سفر شرعی (اَڑتالیس میل) کی مسافت پر ہو اور قرائن وغیرہ سے غالب گمان بھی نہ ہو کہ اُنہیں اس مقام میں کتنے دِن تک رکھا جائے گا تو ان پر قصر نماز لازم ہوگی، ورنہ نماز پوری ادا کرنا ہوگی۔

اور اگر قصر لازم ہونے کے باوجود کسی نے مسئلہ سے لاعِلمی کی بنیاد پر نماز پوری پڑھ لی ہو تو فرض ادا ہو جائے گا بشرطیکہ اس نے دو رکعت پر قعدہ کر لیا ہو۔

لما جاء في «الدُّرِّ المختار» لعلاء الدين الحصكفي مع «رَدّ المحتار» لابن عابدين الشامي، (٢/ ١٢٨ و ١٣٣):

(فلو أتمّ مسافرٌ إنْ قعد في) القعدةِ (الأولى تمّ فرضه و) لكنه (أساء) لو عامدًا؛ لتأخيرِ السلام وتركِ واجبِ القصر وواجبِ تكبيرةِ افتتاحِ النفل وخلط النفل بالفرض، وهذا لا يحلّ كما حرّره القُهستاني بعد أن فسّر أساء بـ"أثم واستحقّ النار" (وما زاد نفلٌ) كمصلي الفجر أربعًا (وإن لم يقعدْ بطل فرضه) وصار الكلّ نفلا؛ لتركِ القعدةِ المفروضةِ...إلخ

(والمعتبر نية المتبوع)؛ لأنه الأصل (لا التابع كامرأةٍ) ... (وأجيرٍ) وأسيرٍ وغريمٍ وتلميذٍ (مع زوج ومولى وأمير ومستأجر).

[وقال العلّامة ابن عابدين الشامي تحت (قوله: وأسيرٍ) ذكر في «المنتقى» **أنّ المسلم إذا أسره العدوّ إن كان مقصده ثلاثة أيام قصر وإن لم يعلم سأله فإن لم يخبره وكان العدوّ مقيمًا أتمّ وإن كان مسافرًا قصر؛ وينبغي أن يكون هذا إذا تحقق أنه مسافرٌ وإلا يكون كمن أخذه الظالم لا يقصر إلا بعد السفر ثلاثًا وكذا ينبغي أن يكون حكم كلّ تابعٍ يسأل متبوعَه فإن أخبره عمل بخبره وإلا عمل بالأصل الذي كان عليه من إقامةٍ وسفرٍ حتى يتحقق خلافه وتعذر السؤال بمنزلة السؤال مع عدم الإخبار «شرح المنية».**] و في «**الولواجية**»: (١/١٣٣، كتاب الصلوة، الفصل الثاني عشر في السفر، ط: مكتبة حرمين شريفين، كوئٹة.): مسلمٌ أسره العدوّ وأدخله دار الحرب ينظر إن كان مسير العدوّ مسيرة ثلاثة أيام صلى صلاة المسافرين، وإن كان دون ذلك صلى صلاة المقيمين؛ لأنّه لما أسره صار تحت يده كالعبد يكون تحت يد مولاه، وإن كان لايعلم يسأله عنه، فإن سأله ولم يخبره ينظر هو في الأصل إن كان مسافرًا صلى صلاة المسافرين، وإن كان مقيمًا صلى صلاة المقيمين؛ لأنّه انعدم المغير.

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح

بندہ عبد الرؤف سکھروی عفی عنہ

مفتی جامعہ دار العلوم کراچی

۳۰/ ربیع الاوّل/ ۱۴۴۴ھ

۲۷/ اکتوبر/ ۲۰۲۲ش

الجواب صحیح

شاہ محمد تفضل علی عفی عنہ

۲/ ۴/ ۱۴۴۴ھ

محمد آصف جھنگوی غفرلہ ولوالدیہ

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

۳۰/ ربیع الاوّل/ ۱۴۴۴ھ

۲۷/ اکتوبر/ ۲۰۲۲ش

الجواب صحیح

حبیب اللہ عفی عنہ

۲/ ۴/ ۱۴۴۴ھ

مفتی

دار الافتاء